نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

سالِ اشاعت (۲)، سلسلۂ اشاعت (۱)

جمادی الاُخریٰ ۱۴۰۱ھ، جنوری ۱۹۸۱ء

سرپرست اکابر:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ

مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ

مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہٗ

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

رفقائے فکر

حضرۃ سید انور حسین نفیس زیدی مدظلہٗ

سید عطاء المحسن بخاری

سید عطاء المؤمن بخاری

سید عطاء المہیمن بخاری

سید محمد کفیل بخاری

سید عبدالکبیر بخاری

سید محمد ذوالکفل بخاری

سید محمد ارشد بخاری

سید خالد مسعود گیلانی

عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوا

عمر فاروق عمر ○ محمود شاہد

قمر الحسنین ○ بدر منیر احرار

اس شمارے میں

دل کی بات ۔ سید عطاء المحسن بخاری ۲

آہ بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار ۔ خادم حسین شیخ ۲

سیدنا معاویہؓ اور اُنکے ناقدین ۔ سید عطاء المحسن بخاری ۱۰

کچا گھر ۔ پہلی ملاقات ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ ۲۲

ضرورتِ نبوت ۔ حکیم محمود احمد ظفر ۲۵

مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ ۔ محمد عمر فاروق ۲۸

بیادِ افضل حقؒ (نظم) شورش کاشمیریؒ ۳۲

تلخ و شیریں ۔ مولانا محمد عبدالحق چوہان ۳۳

زبان میری ہے بات اُن کی ۔ آغا غیاث الرحمٰن انجم ۳۶

چمن چمن اُجالا ۳۹

رابطہ: مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

فون نمبر ◎ ۷۲۸۱۳

قیمت: -/۲ روپے ◎ سالانہ -/۵۰ روپے

دل کی بات

جمہوریت کے فرزندو! پاکستان پر رحم کرو

۱۹۴۷ء کے پاکستان اور ۱۹۸۸ء کے پاکستان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تب پاکستان بنانے کے لئے اللہ رسول، کعبہ، روضۂ رسول اور قرآن کے واسطے دے کر لوگوں کو پاکستان سمجھایا گیا۔ پاکستان مانگا گیا اور پاکستان بنایا گیا لیکن جب پاکستان دکھایا گیا تو اللہ، رسول، کعبہ، روضۂ رسول، قرآن و حدیث اور خلافتِ راشدہ کا نام و نشان تک نہ ملا۔ جن لوگوں نے ستر ہزار بہو بیٹیاں قربان کرکے یہ خطۂ زمین حاصل کیا تھا وہ بلبلا اٹھے اور انہوں نے حکمرانوں کو ۱۹۴۷ء میں کئے گئے وعدے یاد دلا کر انہیں شرم دلائی تو قومی زخموں پر مرہم کی بجائے ٹھنڈا اچھا ہا "قراردادِ مقاصد" کے نام سے سجا دیا گیا۔ کچھ لوگ مطمئن ہو کر منقار زیر پر ہو گئے مگر جو لوگ جدوجہد کے راستے میں اپنا سب کچھ قربان کر چکے تھے اور ان کی ہڈیاں بھی چیخ رہی تھیں وہ پھر آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کا نام بلند کرنے کی جدوجہد شروع کی تو حکمرانوں نے قوم کو ذرائع ابلاغ کے نرغے میں لے لیا کہ کونسا اسلام نافذ کیا جائے؟ تو پاکستان کے ان واجب الاحترام بزرگوں نے حکمرانوں اور بیوروکریسی کے مفسدہ پردازوں کو منہ توڑ جواب دیا اور متفقہ طور پر ۲۲ نکات پر مشتمل اسلامی مملکت کے بنیادی اصول دیئے۔ لیکن سیاسی گنواروں نے ان اصولوں کو حکومتی سرد خانے میں منجمد کر دیا۔ پھر علماء نے سر جوڑ کر بیٹھنے کی کوشش کی تو حکومتی سطح پر کچھ جدیدیت کے مریضوں کی صحبتِ ناجنس نے علماء کو سیاست کے وسیع کینوس پر بکھیر دیا۔ علماء نے سیاست کا وہ راستہ اختیار کر لیا جو ان کے اسلاف نے ناپسند کیا تھا اور وہ جمہوریت کے کھلے باغ میں سیر کو نکل کھڑے ہوئے۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۸ء تک علماء نے الیکشن کے جماعتی و غیر جماعتی تجربات کئے مگر اس ایک عمر کی نوآگری کا صلہ کرب و اضطراب اور افتراق و انتشار کے سوا کچھ نہ ملا۔ ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں مولوی گالی بن گیا اور دائیں بازو یا بائیں بازو کے رہنماؤں اور کارکنوں نے دین کو مسترد کرنے کے لئے ملا ازم، ضیاء ازم ٹھاہ کے نعرے لگائے حتیٰ کہ دین کے نام پر شخصیت، مدارس، مساجد اور جائیداد بنانے والوں نے بھی یہی وطیرہ اپنا لیا۔ پی پی پی نے اقتدار کا شہد چکھتے ہی الٹی زقند لگائی اور مرزائیوں کو اندرونِ خانہ مکمل تحفظات کی یقین دہانی کرائی۔ "نسیم احمد" وزیر اعظم کا سایہ بن کے ساتھ ساتھ ہے۔ "الفضل" پر سے پابندی ہٹائی گئی۔ مرزائیوں، بدمعاشوں، چوروں، قاتلوں، ڈاکوؤں، زانیوں، شرابیوں کو جیلوں سے رہائی ملی۔ ساہیوال اور سکھر میں مسلمانوں کے قتل کے سزا یافتہ مرزائیوں کو معافی مل گئی۔ پی پی پی کے جیالے کارکن علماء کو